افکارِ اکبر الٰہ آبادی: اکیسویں صدی کے تناظر میں

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

Dr. Muhammad Arshad Ovaisi

Head, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

محمد لقمان

Muhammad Luqman

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad

Abstract:

Akber Ilah Abadi was classical poet of subcontinent. His poetry circumscribes the previous and present century. He earned fame due to his unique notions of education, politics, democracy, religion, veil of women, science, technology, Eastern and Western civilization. These ideas have great similiarity to the issues of recent epoch. His poetry depicts the circumstances of 21st certury. Implementation of Akber's philosophical system in this era will prelude the welfare and prosperity of humanity. His prediction about the immodesties and evils of present century is veritable.

اردو ادب کی تاریخ میں ایسے نابغہ روزگار شعرا بھی گزرے ہیں جن کا کلام صدیوں پر محیط ہے۔ان شعراء میں اکبر الٰہ آبادی نے اپنے منفرد افکار کی بدولت بہت نام کمایا۔ انھوں نے نہ صرف اپنے عہد کی تعلیمی، سیاسی، سماجی، تہذیبی، مذہبی اور اخلاقی صورت حال پر تبصرہ کیا بلکہ آنے والی صدیوں کے حالات وواقعات کے بارے میں بھی اہم پیش گوئیاں کیں۔ان کے پیش کردہ افکار موجودہ صدی کے تناظر میں سو فیصد درست ثابت ہو رہے ہیں۔ان کے اشعار سے ایسے لگتا ہے جیسے وہ اکیسویں صدی کے شاعر ہیں۔موجودہ صدی میں عالمی بالادستی کی جو کشمکش جاری ہے اس کا ذکر بھی ان کے ہاں ملتا ہے۔آج کا معاشرہ جن اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کی لپیٹ میں ہے اس کا تذکرہ بھی ان کے ہاں ملتا ہے۔ جدید الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے زیر اثر نوجوانوں کی بے راہ روی اور دین سے دوری کی انتباہ بھی ہے۔خواتین کے نیم برہنہ لباس اور بے پردگی پر کڑی تنقید بھی ملتی ہے۔ انھوں نے موجودہ یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔موجودہ صدی کے تقاضوں کے مطابق سائنس اور ٹیکنالوجی کی

تعلیم کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے۔ انھوں نے ڈیڑھ صدی قبل زندگی کے جملہ پہلوؤں پر جو افکار پیش کیے وہ آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں اور مستقبل میں مفید خلائق ثابت ہوں گے۔

۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک انگریزوں نے برصغیر میں مسلمانوں کو بحیثیت قوم مٹانے کے لیے پوری قوت صرف کی۔ انگریز سیاسی، سماجی، ثقافتی، تہذیبی، معاشی، تعلیمی اور مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا درپے تھا۔ اس عہد میں اکبر نے جو افکار پیش کیے وہ اکیسویں صدی کے تناظر میں سو فیصد سچ ثابت ہو رہے ہیں۔ مغربی قوتیں آج بھی مسلمانوں کے مذہب، معاشرت، لباس، خوراک، زبان، تعلیم اور معاشیات کو بری طرح متاثر کر رہی ہیں۔ اکبر کو یقین کامل تھا کہ استعماری طاقتیں مسلمانوں کو کسی بھی عہد میں مٹا نہیں پائیں گی۔ وہ مسلمانوں کے مستقبل کے لیے پرامید ہیں۔ ان کے لہجے میں رجائیت پائی جاتی ہے:

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو مٹانے والے(۱)

☆☆☆

چھوڑ کر رنج اپنے مٹنے کا
منتظر ہوں اب ان کے پٹنے کا(۲)

موجودہ صدی میں استعماری قوتیں نو آبادیاتی عزائم کی تکمیل کی خاطر مسلم ممالک پر لشکر کشی کر رہی ہیں۔ عراق، فلسطین، شام، کشمیر اور افغانستان میں آگ اور خون کا خوفناک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اتحادی قوتیں ان مسلم ممالک میں منہ کی کھا کر راہ فرار اختیار کر رہی ہیں کیوں کہ مذکورہ ممالک اتحادی افواج کے لیے جہنم ثابت ہوئے ہیں۔ عراق، شام اور افغانستان میں اتحادی افواج مسلمان حریت پسندوں اور طالبان سے امن معاہدوں کے ذریعے محفوظ انخلا چاہتی ہیں۔ اکبر نے ان قوتوں کے پٹنے کا منظر سینکڑوں سال پہلے دیکھ لیا تھا۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''اکبر نے استعماری ذہنیت پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اقوام عالم اگر امن و سلامتی سے زندگی بسر کرنا چاہیں تو ان کے اپنے ملک ان کے آرام و آسائش کے لیے کافی ہو سکتے ہیں مگر نو آبادیات کے قیام کی ہوس نے انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ ان کی ہوس جوع الارض کے آگے عرصہ دنیا بھی تنگ معلوم ہوتا ہے۔ اکبر کو کیا معلوم تھا کہ نصف صدی بعد ہی یہ استعماری طاقتیں واقعی عرصہ دنیا کو تنگ سمجھ کر ''سٹار وار'' کا پروگرام بنا لیں گی۔''(۳)

اکبر نے خواتین کی مادر پدر آزادی اور بے پردگی پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ وہ پردے اور شرم و حیا کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں۔ اکبر کے عہد میں مغربی تعلیم کے زیر اثر مسلمان خواتین گھر اور بچوں کی فکر سے آزاد اپنا اکثر وقت کلب اور تھیٹر میں گزارتی تھیں۔ ایسی خواتین خود کو مہذب ثابت کرنے کے لیے اپنی اقدار و روایات کو ٹھکرا کر گمراہی کا شکار ہو چکی تھیں۔ آج کی خواتین کی صورت حال اکبر کے عہد سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ بے پردگی اور آزادی میں ہماری خواتین نے یورپ کی خواتین کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ بڑے شہروں میں اسے فیشن اور تہذیب کا نام دیا جا رہا ہے۔ اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

رات اس مس سے کلیسا میں ہوا دو چار ہائے وہ حسن و شوخی وہ نزاکت وہ ابھار
زلف پیچاں ہیں وہ سج دھج کہ بلائیں بھی مرید قدر عنا میں وہ چم خم کہ قیامت بھی شہید(۴)

☆

حرم میں مسلموں کے رات انگلش لیڈیاں آئیں پئے تکریم مہمان بن سنور کے لیڈیاں آئیں
طریقِ مغربی میں ٹیبل آیا کرسیاں آئیں دلوں میں ولولے اٹھے ہوس میں گرمیاں آئیں(۵)

☆

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جب ان سے، آپ کا پردہ وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا(۶)

صغریٰ مہدی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''اکبر اس امر کو قوم کے حق میں مفید نہیں سمجھتے تھے کہ عورتیں بے پردہ رہیں، انگریز لیڈیوں کی طرح کلبوں اور پارٹیوں میں جائیں۔''(۷)

اکبر کی شاعری میں آزادیٔ نسواں اور پردہ کو اگر آج کے حالات اور ماحول کے تناظر میں دیکھیں تو انھوں نے پردے کی حمایت میں جو کچھ لکھا اس پر قطعی حیرت نہیں ہوتی۔ آئندہ صدی میں جدید تہذیب کے ہاتھوں پردے کی بے حرمتی کے حوالے سے اکبر لکھتے ہیں:

یہ موجودہ طریقے راہی ملک عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے سامان بہم ہوں گے
نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح سے حاجت روئے صنم ہوں گے(۸)

آج الیکٹرانک وسوشل میڈیا، انٹرنیٹ، فیس بک اور واٹس ایپ نے مغربی کلچر اور روایات کی صورت میں مشرقی تہذیب وتمدن اور ثقافت کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔ اکبر کی دوراندیش نگاہوں نے ان معاشرتی خرابیوں کو ڈیڑھ صدی پہلے دیکھ لیا تھا۔ آج کے رہن سہن، خوراک اور لباس میں جو مغربی انداز نظر آرہا ہے اس پر اکبر نے بہت پہلے تنقید کی تھی۔ کہیں انھوں نے پتلون کا مذاق اڑایا ہے تو کہیں بسکٹ کا خاکہ اڑایا ہے۔ کہیں ڈبل روٹی اور کہیں کلرکی پر طنز کے تیر برسائے ہیں۔ موجودہ صدی میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں چست پتلون پہن کر ہوٹلوں میں پیزے اور برگر اڑا رہے ہیں۔ اس معاشرتی انقلاب کا مژدہ اکبر نے گذشتہ صدیوں میں ہی سنا دیا تھا۔ ایک ماہر نجومی کی طرح کوئی بھی معاشرتی خرابی ان کی نگاہوں سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ مخمور اکبرآبادی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''اکبر کی معاشرتی پالیسی ماضی کا نوحہ نہیں، حال کی ردوقدتک محدود نہیں ہے، مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس نے مستقبل کی معاشرت کا جلوہ دیکھ لیا تھا۔ اس کی حکیمانہ بصیرت بیسویں صدی کے وسط اور آخر کے مسلمان کی معاشرت کا جائزہ لے چکی تھی۔ وہ حکیم تو تھا ہی حقیقت پسند بھی تھا۔''(۹)

آج کی نئی نسل مغربی نصاب تعلیم کے زیر اثر اپنے مشاہیر اور اسلاف کے کارہائے نمایاں سے قطعی طور پر لاعلم ہو چکی ہے۔ درسگاہوں میں جو نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔ اس سے کلرکی جیسی معمولی نوکریاں تو مل سکتی ہیں لیکن نوجوان اخلاقی اور روحانی اعتبار سے پستی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کی تعلیم کا مقصد صرف نوکری کے حصول تک محدود ہو چکا ہے۔ آج زندگیوں سے روحانیت عُنقا ہو چکی ہے اور مادیت پرستی کا راج ہے۔ عہد جدید کا مسلمان شکم پری کے چکر میں اپنی زندگی کے حقیقی مقصد کو فراموش کر چکا ہے۔ اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا(۱۰)

آج تعلیم نسواں خصوصاً مخلوط تعلیم سے بہت سی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں نے جنم لیا ہے۔ اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دیا ہے۔ دین عورت اور مرد پر تعلیم کو فرض ضرور کرتا ہے لیکن ان کی الگ الگ تعلیم و ترتیب کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ آج کی یونیورسٹیوں اور کالجوں نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو باہم ملنے کے مواقع فراہم کیے ہیں ۔مرد اور عورت کی صنفوں میں باہمی کشش ایک قدرتی اور طبعی امر ہے اسی مخلوط تعلیم نے معاشرے میں بہت سی برائیوں کے باب وا کر دیے ہیں۔ اکبر نے خواتین کی بے پردگی، بے باکی اور بلا جواز آزادی پر کڑی تنقید کی۔ اس حوالے سے کلیات اکبر میں سیکڑوں ایسے اشعار موجود ہیں جنہیں پڑھ کر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انھوں نے یہ شاعری اکیسویں صدی کے حالات و واقعات کے تناظر میں کی تھی۔ اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

میں بھی گریجوایٹ ہوں تو بھی گریجوایٹ — علمی مباحثے ہوں ذرا پاس آ کے لیٹ
دونوں نے پاس کر لیے ہیں سخت امتحان — ممکن نہیں کہ اب ہو کوئی ہم سے بدگماں
بولی یہ سچ ہے ، علم بڑھا ، جہل گھٹ گیا — لیکن یہ کیا خبر ہے کہ شیطان ہٹ گیا(۱۱)

عبدالماجد دریا آبادی اس حوالے سے رقم کرتے ہیں:

> ''بانس ہی نہ ملے گا تو بانسری کہاں سے بجے گی۔ بیگانہ عورت و مرد کو اختلاط کے جب مواقع نہ ملیں گے تو پینگ بڑھنے ہی کہاں پائیں گی۔ بالکل بچپن کو چھوڑ کر، باقی آگے بڑھ کر مشترک پڑھنا لکھنا حرام، مشترک کھیل کود حرام، بلاضرورت یکجائی ناجائز، تاک جھانک حرام، تاکہ سوسائٹی میں مفاسد کا زہر سرے سے پھیلنے ہی نہ پائے معاشرت ہمیشہ بے داغ رہے۔ تعلیم جدید نے، تہذیب جدید نے، ان میں سے ایک ایک بند کو توڑا نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا تھا، آزادیاں بڑھیں بے حیائیاں آئیں، بے حجابیاں دلیل ترقی بنیں۔ جو باتیں کل تک ان ہونی تھیں آج ہو کر گزر کر رہیں۔ بھولے بھالے لوگوں نے کہا کہ محافظ عصمت یہ تعلیم ہوگی نہ۔''(۱۲)

اکبر جدید علوم وفنون سائنس اور ٹیکنالوجی کو طاقت اور دولت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ وہ بحری علوم، برّی علوم (Soil Scince, Agriculture, Geology, Earth Science) صنعت (Trade and Business) اور حرفت (Technology) کی تحصیل پر زور دیتے ہیں۔ آج کا انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر چاند، مریخ اور دیگر سیاروں کو تسخیر کر چکا ہے۔ سائنس ایک تجرباتی (Experimental) علم ہے۔ آج کے دور میں جو قومیں تحقیق (Research) کر رہی ہیں وہ دنیا کی (Super power) عالمی طاقت بن چکی ہیں۔ مغربی ممالک، امریکہ، فرانس اور چائنا جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت دنیا پر راج کر رہے ہیں۔ اکبر اہل مشرق کو ان ترقی یافتہ ممالک میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آج پاکستان کے ہزاروں طالب علم امریکہ، برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا، جرمنی اور چائنا کی بہترین یونیورسٹیوں سے انجینئرنگ (Enigneering)، جراحی (Surgery)، ادویہ سازی (Medicine)، دندان سازی (Dentistry)، کاروبار (Business Administration)، زراعت (Agriculture) اور آرٹ (Art) کے شعبوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اکبر سیکڑوں سال پہلے بیرون ملک جا کر آرٹ اور سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کا درس دیتے ہیں۔ اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

غیر ملکوں میں ہنر کو سیکھ تکلیفیں اٹھا
روکتے ہیں وہ اگر اپنے اثر کے زور سے(۱۳)

☆☆☆

فلسفے میں کیا دھرا ہے گھر کا ہو یا لندنی
سعی کا موقع ملے تو آرٹ یا سائنس سیکھ(۱۴)

☆☆☆

کچھ پڑھ کے تو صنعت و زراعت کو دیکھ
عزت کے لیے ہے کافی اے دل نیکی(۱۵)

☆☆☆

کچھ صنعت و حرفت پہ بھی لازم ہے توجہ
آخر یہ گورنمنٹ سے تنخواہ کہاں تک(۱۶)

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''سائنس کی تعلیم دنیوی ترقی کے لیے لازمی ہے۔ اکبر کتابی علم کے رٹنے اور مقلد ابننے سے زیادہ تجربے اور عمل کو ضروری خیال کرتے تھے کیوں کہ ان کے نزدیک سائنس ایک تجرباتی علم ہے اور تجربے اور عمل کے بغیر ملک میں جس قسم کی سائنسی تعلیم کو فروغ دیا جا رہا تھا۔ اس سے ان کے نزدیک کسی دنیوی فائدے کی بھی توقع نہ تھی اور دینی اور اخلاقی اعتبار سے تو انحطاط کے راستے کھلے تھے۔ اس طرح وہ اقتصادی نقطہ نظر سے صنعتی اور زرعی تعلیم کو ملک

کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔'' (۱۷)

برصغیر کے لوگوں کو سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم سے بے بہرہ رکھنا، انگریزوں کا مشن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے اپنے عہد میں ایسے بے شمار کالج کھولے جہاں صرف آرٹس کے عام مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی۔ سائنس، زراعت، صنعت و حرفت، طب اور انجینئری کی تعلیم کا باقاعدہ بندوبست نہیں تھا۔ اکبر دیکھ رہے تھے کہ سائنسی اور فنی تعلیم کے دروازے اہلِ مشرق پر بند کیے جا رہے ہیں۔ آج بھی اہلِ مشرق کو محض ایسی تعلیم دی جا رہی ہے جسے حاصل کر کے نوجوان صرف کلر کی تو کر سکتے ہیں کوئی نئی شئے ایجاد نہیں کر سکتے۔ اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

انجینئری نہ آئے تو ایجاد کیا کریں
قائم عروج قوم کی بنیاد کیا کریں(۱۸)

☆☆☆

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو
اٹھو تہذیب سیکھو ، صنعتیں سیکھو ، ہنر سیکھو
بڑھاؤ تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو
خواص خشک و تر سیکھو ، علوم بحر و بر سیکھو
خدا کے واسطے اے نوجوانو ہوش میں آؤ
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو ، جوش میں آؤ(۱۹)

اکیسویں صدی میں سائنس و ٹیکنالوجی کا مزاج انیسویں اور بیسویں صدی سے مختلف ہے۔ جدید سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت ترقی کر لی ہے۔ ٹائپ رائٹر کی جگہ کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیبلٹ اور سمارٹ فون نے لے لی ہے۔ پائپ کے پانی کی جگہ منرل واٹر نے لے لی ہے۔ بھاپ اور کوئلے سے چلنے والے ریل کے انجن کی جگہ جدید میٹرو اور بلٹ الیکٹرک میگنیٹ ٹرینوں نے لے لی ہے جو ایک گھنٹے میں ۵۰۰ کلومیٹر کا سفر طے کر لیتی ہیں۔ برقی لیمپ کی جگہ آج انرجی سیور اور ایل۔ای۔ڈی بلب آ چکے ہیں۔ سائیکل ترقی کی منازل طے کر کے موٹر سائیکل اور کار کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

اکبر آج سے سیکڑوں سال پہلے سائنس و ٹیکنالوجی کی افادیت و اہمیت کے پوری طرح معترف تھے اور آنے والی صدیوں میں سائنسی آلات کے مستقبل سے پُرامید تھے۔ آج سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسان کے آرام و آسائش کی ہر شئے میسر کر دی ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''یہ خیال کرنا کہ اکبر سائنس کے مخالف ہیں صحیح نہ ہوگا۔ اکبر مغربی فلسفے کے تو سخت مخالف ہیں اور اسے گمراہی کا باعث قرار دیتے ہیں درحقیقت نیچریت اور انتفاعیت کے فلسفے ہیں بھی اسی قسم کے مگر سائنسی ترقیات کے وہ مخالف ہرگز نہیں۔ بعض لوگوں کے یہ اعتراض کہ وہ ٹائپ کے حروف، پائپ کے پانی، انجن، ڈارون کے نظریہ ارتقاء، برقی لیمپ اور بائیسکل وغیرہ کے مخالف ہیں، محض سطحی نظر سے کلام اکبر کے مطالعے کا نتیجہ ہیں۔'' (۲۰)

کوئی بھی قوم اپنی تہذیب وثقافت کو پس پشت ڈال کر ترقی کی منازل طے نہیں کرسکتی۔ اکبر نے اپنی شاعری کے وسیلے سے بھر پور جدوجہد کی کہ مشرقی تہذیب اپنے پاؤں پر مضبوطی سے استوار رہے۔ اہل مشرق کی تہذیب ومعاشرت کی جڑیں، دین واخلاق کی سرزمین میں گہرائی سے گڑی ہوئی ہیں۔ کفروالحاد، نیم برہنہ ثقافتی انداز واطوار اور مادیت پرستی کے تندو تیز طوفانوں نے اس کی بنیادوں کو اپنی جگہ سے سرکانے کی کوشش ضرور کی۔ کفرو الحاد پرمبنی دلفریب قوتیں الیکٹرانک آلات کی مدد سے آج بھی اہل مشرق کو ان کی تہذیب وثقافت سے بیگانے کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ آج مسلمان مغرب سے درآمدہ شدہ مصنوعات کو اپنی مقامی مصنوعات پر ترجیح دے کر اپنی ہی ثقافت کی نفی کر رہے ہیں۔ اہل ثروت امریکہ، برطانیہ اور دیگر مغربی مما لک میں رہائش اختیار کر کے وہاں کی بود وباش میں ڈھلتے جا رہے ہیں۔ ہوسِ زر نے رشتوں کی شناخت ختم کر دی ہے۔ مفاد پرستی نے انسانیت کا گلہ گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ اکبر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

نئی نئی لگ رہی ہیں آنچیں یہ قوم بے کس پگھل رہی ہے
نہ مشرقی ہے نہ مغربی ہے عجیب سانچے میں ڈھل رہی ہے(۲۱)

☆☆☆

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں
مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں(۲۲)

☆☆☆

مرکز دل بزم مشرق میں کوئی ملتا نہیں
ہر طبیعت مغربی چکر میں ہے آئی ہوئی(۲۳)

☆☆☆

ہمارا مشرقی دل نزع میں ہے وقت آخر ہے
نہیں مغرب کو غم اس کی نظر میں مرگ کافر ہے(۲۴)

☆☆☆

مغربی رنگ و روش پر کیوں نہ آئیں اب قلوب
قوم ان کے ہاتھ میں تعلیم ان کے ہاتھ میں(۲۵)

غلام حسین ذوالفقار اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''اکبر کا پیغام اس صورت حال میں یہی تھا کہ پہلے اپنے تہذیبی ورثے اور قومی سرمائے کی حفاظت کرو، اپنے گھر کو پہچانو، اپنے پاؤں کو اور اپنے شجر قومی کی جڑوں کو مضبوطی سے تھامو اور پھر اپنے مقام ومنزلت پر مستحکم ہو جاؤ تو اس کے بعد دنیا بھر کے علوم وفنون سیکھو اور ان میں مہارت پیدا کرو۔ خود شناسی، خودنگری وخودگری کا یہ ایک ایسا ہمہ گیر پیغام ہے جو قومی غیرت کا حامل اور ملکی آزادی ومعاشرتی ترقی کا سب سے بہتر ضامن ہے اور اسی پیغام میں

درحقیقت مشرق کی نجات اور مشرق کے باشندوں کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔"(۲۶)

آج اہل مشرق کے ہر گھر میں سوئی سے لے کر گاڑی تک ہر شئے غیر ملکی ہے۔صابن، شیمپو، ٹوتھ پیسٹ (Beauty products)، واشنگ پاؤڈر، چائے، چکن، کولڈ ڈرنکس، برگر، پیزا، پینٹ شرٹ، ٹائی، کوٹ، دیگر گارمنٹس، موبائل، لیپ ٹاپ، ادویات، جوتے، پرس، (Hand bags)، زیورات، خوشبویات، گھڑیاں، فریج اور گاڑیاں سب کچھ مغرب سے درآمد ہو رہا ہے۔ہم یہ چیزیں آنکھیں بند کر کے بڑے فخر سے خریدتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا معاشی گراف زوال کی جانب گامزن ہے اور ہماری ملکی معیشت کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہے جبکہ مغرب معاشی طاقت بن چکا ہے۔

استعماری طاقتوں نے مختلف حربوں سے ہمیں آج بھی اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔اہل مغرب نے تجارت کے بہانے برصغیر میں سیاست کی تھی۔تجارت کا یہ مکروہ دھندہ آج بھی مسلمان ممالک میں جاری ہے۔مغربی کمپنیوں نے تمام اسلامی ممالک میں سپر سٹوروں کی صورت میں اپنا تجارتی جال (Network) بچھا رکھا ہے ان اشیاء کے استعمال سے ہماری تہذیب وثقافت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

پاتی ہیں قومیں تجارت سے عروج بس یہی ہے ان کے لیے معراج
ہے تجارت واقعی اک سلطنت زور یورپ کو اسی کا آج ہے
لفظ تاجر خود ہے اکبر ثبوت دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے(۲۷)

اخلاقی اقدار اور مذہبی روایات سے انحراف اکیسویں صدی کا بڑا مسئلہ ہے۔اکبر اپنے عہد میں اخلاقی بے راہ روی پر تڑپتے رہے۔مذہب سے روگردانی پر کرب واضطرار کا شکار رہے۔مذہب مسلمانوں کو ایک مرکز پر لاتا ہے۔دین سے روگردانی کی وجہ سے آج مسلمان انتشار وافتراق کا شکار ہیں۔آج مسلمان فرائض اور ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے کلی طور پر کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ہندوؤں کی رسومات اور توہم پرستی نے اسلامی معاشرے میں پنجے گاڑ لیے ہیں۔دین عمل کا درس دیتا ہے۔آج مسلمان اعمالِ صالح ترک کر کے اغیار کے طریقوں پر چل نکلے ہیں۔اس حوالے سے اکبر لکھتے ہیں:

نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو پھر خوشی اس کی کیا ہے کوئی جنٹ کوئی جج ہے(۲۸)

☆☆☆

مذاہب کی دھوم اور ساتھ اس کے، اعمال نہیں اخلاق نہیں
چپ چپ کی صدا ہے چار طرف اس راز کو ظاہر کون کرے(۲۹)

☆☆☆

مقابل غیر مذہب کے تو مذہب جوش رکھتا ہے
عموماً ورنہ اپنے آپ کو بے ہوش رکھتا ہے(۳۰)

☆☆☆

مذہب کی پرکھ مسجد و مجلس میں نہیں ہے
بازار میں دربار میں دیکھ اس کے عمل کو(۳۱)

عبدالماجد دریا آبادی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''مذہب واخلاق اور رسول حشر ملائکہ کو چھوڑیے۔اس وقت ڈگری حاصل کرنے، گریجوایٹ ہونے، ڈاکٹریٹ کی سند ہتھیانے کونسل کی ممبری اچک لینے، ملازمت میں داخل ہو جانے کی دھن میں اتنے حواس بھی کسی کے نہیں کہ خشک عقلی و علمی بحثوں پر قوتِ خوض صرف کی جائے اتنی فرصت کہاں کہ رومی ورازی نہ سہی سعدی وطوسی کے لیے وقت نکالا جائے۔معیار تو یہ ٹھہر گیا ہے کہ فلاں مطالعہ طلب زر میں حصول جاہ میں کہاں تک معین ہوگا۔''(۳۲)

اکبر نے بار بار اپنے کلام میں مذہب کا ذکر کیا ہے۔ وہ ان لوگوں پر طنز کے تیر برساتے ہیں جنھوں نے جدید وضع کے شوق میں دین کو فراموش کر دیا ہے۔ آج کے مسلمانوں نے بھی مذہب کو صرف ظاہری ارکان کی بجا آوری تک محدود کر دیا ہے۔ آج بھی نام نہاد مولوی اور مُلّا نے مذہب کو فرقوں میں بانٹ کر اپنے پیٹ کا سامان پیدا کیا ہوا ہے۔شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی اور اہلِ حدیث کے مابین باہمی آویزش نے معاشرے میں فرقہ واریت کو ہوا دے رکھی ہے جس سے ملک کا امن غارت ہو چکا ہے۔قرآن کی تحریف کر کے مذموم مقاصد کے حصول کا عمل آج بھی مختلف فرقوں کی جانب سے جاری وساری ہے۔اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

تفرقوں کے یہ جو طوفاں ہیں بپا کچھ کم تو ہوں
ہم کو کرنا چاہیے سب کچھ مگر ہم ہم تو ہوں(۳۳)

☆☆☆

قرآن کے اثر کو روک دینے کے لیے
ہم لوگوں پہ راویوں کا لشکر ٹوٹا(۳۴)

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ آج کے دور میں قرآن کریم سے بہتر کوئی رہنما نہیں ہے۔جس میں دنیا وآخرت کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔اس راز کو اکبر نے سیکڑوں سال پہلے فاش کر دیا تھا۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

شکر ہے راہ ترقی میں اگر بڑھتے ہو
یہ تو بتلاؤ کہ قرآن بھی کبھی پڑھتے ہو(۳۵)

مذہب اتحاد واتفاق پر زور دیتا ہے اور نفاق کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔استعماری طاقتیں آج امت مسلمہ کو مٹانے کے درپے ہیں۔اگر دنیا کے مسلمان ان طاغوتی قوتوں کے خلاف متحد نہیں ہوں گے تو یہ قوتیں انہیں حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گی۔اکبر اکیسویں صدی کے تناظر میں مسلمانوں کو طاقت کے حصول کا درس دیتے ہیں:

نہ ہو مذہب میں اگر زور حکومت
تو وہ کیا ہے فقط اک فلسفہ ہے(۳۶)

تعلیم جدید سے ہوا کیا حاصل
ہاں کفر کے ساتھ جنگ جوئی نہ رہی(۳۷)

ڈاکٹرخواجہ محمد زکریا اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''اکبر طاقت کے پرستار ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان طاقت ور ہوں اور حصول طاقت کے بعد انگریزی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ اس کے برعکس جدید تعلیم چونکہ سرکار انگریزی سے وفاداری سکھاتی ہے اور اس لیے حریت کی روح کچل دیتی ہے۔''(۳۸)

اکبرالہ آبادی نے اکیسویں صدی کی مذہبی صورت حال کا نقشہ آج سے ڈیڑھ صدی پہلے ہو بہو کھینچ دیا تھا۔ انھوں نے اپنے عہد میں جو افکار پیش کیے تھے وہ آج من وعن سچ ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کی شاعری کے مطالعہ سے ایسے لگتا ہے جیسے وہ دورِ حاضر میں شاعری کر رہے ہوں۔ انھوں نے عہد جدید کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ تعلیم، سیاست، جمہوریت، تہذیب معاشرت، مذہب، خواتین کی تعلیم، پردہ، سائنس اور ٹیکنالوجی کے موضوع پر انھوں نے جو سنہری افکار پیش کیے وہ موجودہ صدی اور آنے والی صدیوں کے مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجوڑتے رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۷۷
۲۔ ایضاً، ص:۲۰۹
۳۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، بزم اکبر سے بزم اقبال تک، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۴ء، ص:۱۵۸
۴۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص:۱۶۰
۵۔ ایضاً، ص:۳۰۱
۶۔ ایضاً، ص:۱۳۱
۷۔ صغریٰ مہدی، اکبر کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ، دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء، ص:۱۵۳
۸۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص:۶۶
۹۔ مخمور اکبرآبادی، مضمون: کیا اکبر رجعت پسند تھا، مشمولہ: اکبر اس دور میں، مرتبہ: اختر انصاری اکبرآبادی، کراچی: بزم اکبر، ۱۹۵۲ء، ص:۶۷
۱۰۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص:۲۹۶
۱۱۔ ایضاً، ص:۴۹۲
۱۲۔ عبدالماجد دریا آبادی، مقالات ماجد، بمبئی: شیخ نذیر احمد مالک کتب خانہ تاج آفس، ۱۹۶۶ء، ص:۱۰۷
۱۳۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص:۳۳۶
۱۴۔ ایضاً، ص:۳۲۹
۱۵۔ ایضاً، ص:۱۴۱
۱۶۔ ایضاً، ص:۳۰

۱۷۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، مطالعہ اکبر، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۳ء، ص: ۶۷

۱۸۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص: ۳۲۷

۱۹۔ ایضاً، ص: ۱۷۸

۲۰۔ محمد زکریا، خواجہ، ڈاکٹر، اکبرالہ آبادی: تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص: ۱۶۲

۲۱۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص: ۳۳۹

۲۲۔ ایضاً، ص: ۳۷

۲۳۔ ایضاً، ص: ۳۳۱

۲۴۔ ایضاً، ص: ۴۳۱

۲۵۔ ایضاً، ص: ۳۸

۲۶۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، اکبراوراقبال نئے تناظر میں، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۰۶ء، ص: ۳۰

۲۷۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص: ۱۷۴

۲۸۔ ایضاً، ص: ۱۷۴

۲۹۔ ایضاً، ص: ۴۳۱

۳۰۔ ایضاً، ص: ۴۴۰

۳۱۔ ایضاً، ص: ۶۲۸

۳۲۔ عبدالماجد دریا آبادی، اکبرنامہ، کلکتہ: ادارہ انشائے ماجدی، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۲۵

۳۳۔ اکبر حسین، سید، کلیاتِ اکبرالہ آبادی، ص: ۳۹۹

۳۴۔ ایضاً، ص: ۲۰۶

۳۵۔ ایضاً، ص: ۴۴

۳۶۔ ایضاً، ص: ۱۷۴

۳۷۔ ایضاً، ص: ۳۳۹

۳۸۔ محمد زکریا، خواجہ، ڈاکٹر، اکبرالہ آبادی: تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، ص: ۱۷۹

☆......☆......☆